حضرت سید علی ترمزی پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید علی ترمذی پیر باباؒ

پانچ سو سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ سرزمین پاچہ کلے میں آسودہ خواب ہیں۔ لیکن وہاں جائیں تو یوں احساس ہوتا ہے کہ جیسے صاحب مزار ہنوز انعام و اکرام تقسیم کرنے میں مصروف ہیں اور لوگوں کو اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر چلنے اور دین حنیف کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینے کی وعظ و نصیحت فرما رہے ہوں اور کہہ رہے ہوں۔

" اے لوگو ! فانی زندگی کے عوض دائمی زندگی کو برباد نہ کرو۔ کیا تم نے فرمان ربی نہیں پڑھا کہ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ لیکن یہی دنیا مزرع آخرت ہے۔ لہٰذا اس میں ایسے عمل کرو جو رب کریم کی رحمت سے آخرت کے باغوں میں پھول بن کر کھلیں' کیا تم سدا زندہ رہو گے ؟ یقیناً نہیں۔ پھر نیکیوں میں سبقت نہ کرنے کے کیا معنی ہیں۔ لوٹ کھسوٹ کس لئے کرتے ہو ؟ نفرتوں کو کیوں جنم دیتے ہو'

محبتوں کے رشتوں کو قطع کرنے کی وجہ۔ علم دین پر دنیاوی علم کی فوقیت کا کیا مطلب ہے۔ اسلام فروشی اور ملک دشمنی سے کون سے اخروی مفادات حاصل کرنا چاہتے ہو؟

حضرت پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین متین، لوگوں کی اصلاح احوال، بدعات کی بیخ کنی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین اور خدائے بزرگ و برتر اور اس کے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی میں بسر ہوتا تھا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے علم و معرفت کے ایسے چراغ روشن ہوئے جو آج بھی دور و نزدیک روشنی پھیلا رہے ہیں۔ آپ اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے۔

"میرے دوست اور مرید وہ ہیں جو مجھ سے روحانی فائدہ حاصل کرتے ہیں اور میرے اعمال پر نظر رکھتے ہیں۔"

آپ سادات ترمذی میں سے تھے۔ ولادت ۹۰۸ ہجری میں بمقام قندس میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار سید قنبر علی باوجود اس کے کہ ہمایوں بادشاہ کی فوج میں کماندار تھے درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ بابر بادشاہ نے اپنی لڑکی ان کے حبالہ عقد میں دی ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے سلاطین زمانہ سے رشتہ داری بھی تھی۔ ۹۴۲ ہجری میں جب ہمایوں کابل آیا تو حضرت پیر بابا کے والد گرامی کو تبرکا" اپنے ہمراہ لے گیا۔

حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ کے والد کا زیادہ تر وقت درباری مصروفیات میں گزرتا تھا اس لئے آپ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کے دادا حضرت سید احمد نور نے اٹھا رکھی تھی۔ انہوں نے پوتے کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور علم کے ساتھ ساتھ زہد و ریاضت اور اذکار و طریقت کی راہوں سے بھی روشناس کرایا۔ پوتے کی سادگی اور عام لوگوں کی سمجھ

میں نہ آنے والے خیالات کی بنا پر سب گھر والے اسے دیوانہ کہا کرتے تھے۔ دادا کو اپنے پوتے کی یہی ادا پسند تھی اور فرمایا کرتے تھے۔

"یہی دیوانہ تو مجھے پسند ہے۔"

جب حضرت سید احمد نور کا وقت آخر آیا تو پوتے علی ترمذی کو بلایا اور کہا۔ "قرآن پاک سے کچھ یاد ہے تو پڑھو"۔ آپ نے سورۂ ملک کی تلاوت کی۔ حضرت سید احمد نور رحمتہ اللہ علیہ نے تین مرتبہ اس سورہ کی تلاوت کرائی۔ پھر سلسلہ کبرویہ میں جو نعمت انہیں حاصل تھی پوتے کے سپرد کی اور دوسروں کو بیعت کرنے کی اجازت سے نوازا۔

دادا کی رحلت کے بعد آپ خود کو بے یارو مددگار تصور کرتے تھے۔ ظاہری و باطنی علوم کی تشنگی باقی تھی۔ لہٰذا اس غرض سے ہندوستان کا رخ کیا۔ روز افزوں آپ پر رنگ فقیری غالب آتا جاتا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے چونکہ آپ سے لوگوں کے رشد و ہدایت کا کام لینا تھا لہٰذا دنیا سے الگ کر دیا۔ ہوا یوں کہ اہل خانہ کے ساتھ پانی پت پہنچے تو حضرت بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔ حالت غیر ہو گئی۔ خاندان سے علیحدہ ہو گئے اور مانک پور تشریف لے گئے اور حضرت شیخ سلونہ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شمولیت اختیار کر لی۔

حضرت شیخ سلونہ رحمتہ اللہ علیہ جلیل القدر علماء اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اگر کبھی آرام فرما رہے ہوتے تو نیند کی حالت میں بھی انگلیاں اس طرح حرکت کرتی رہتی تھی جیسے تسبیح کر رہے ہوں۔ فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ایک دن ذکر جلی میں مشغول تھے کہ بے خود ہو کر بام سے نیچے گر پڑے۔ لیکن ذکر میں ہنوز مشغول تھے اور خبر نہ تھی کہ نیچے گر پڑے ہیں۔ حضرت سید علی ترمذی رحمتہ اللہ علیہ پر خاص نظر لطف فرماتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صرف دو سال کی قلیل مدت میں علم دین حاصل کرنے کے بعد علم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک دن استاد مکرم سے درخواست کی۔

"یا حضرت ! شریعت کے بعد طریقت کی راہ پر بھی رہنمائی و دستگیری فرمائیں۔"

استاد نے سنا تو فرمایا۔

" میں تمہیں بیعت کرنے سے معذور ہوں بہتر ہے میرے شیخ حضرت سالار رومی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جاؤ وہ اس راستے کے مرد کامل ہیں۔"

چنانچہ آپ استاد کا رقعہ لے کر بسوئے اجمیر چل پڑے حضرت شیخ سالار رومی رحمتہ اللہ علیہ کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا کہ ایک سید زادہ آرہا ہے لہٰذا جب حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔

" اے سید ! اگرچہ اہل بیت خدمت کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے لیکن سلسلہ بیعت کا اصول خدمت پر جاری ہے۔ نیز بیعت کے اثر و فوائد بغیر باطنی صفائی اور کامل مرشد کی صحبت کے حاصل نہیں ہو سکتے"۔

لہٰذا آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرما لیا۔ اب آپ رہ سلوک پر قدم بڑھانے لگے۔ علم تصوف کا ایک سبق لیتے اور پھر مرشد کے فرمان کے مطابق اس پر عمل کرتے۔ جب اس پر عمل کے اثرات نمایاں ہوتے تو مرشد سے عرض کرتے کہ کیا کیا مشاہدات نصیب ہوئے ہیں اور پھر دوسرا سبق دیا جاتا۔ اس طرح آپ کی ذات گرامی گنجینہ معرفت میں ڈھلتی چلی گئی۔ جب تربیت مکمل ہو گئی تو سلسلہ چشتیہ' سہروردیہ' شطاریہ' ناجیہ اور حلاجیہ میں اجازت عطا فرمائی اور کسی علاقے میں جا کر لوگوں کی اصلاح کے لئے رخصت فرمایا اور یہ آپ کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ کس علاقے میں جائیں۔

دریائے جہلم سے بجانب مغرب چار میل کے فاصلے پر پنڈدادن کا قصبہ تھا جو اب بھی ہے۔ وہاں ایک ہندو کیلاش رہتا تھا۔ اسے ایک دن خواب آیا کہ ایک بزرگ گاؤں میں آیا ہے جس سے سارا گاؤں روشن ہو گیا ہے۔ صبح اٹھ کر اس نے اپنا خواب اہل قصبہ کو سنایا اور اس بزرگ کا حلیہ بھی بتایا۔ جب حضرت پیر بابا

رحمتہ اللہ علیہ پنڈدادن خان پہنچے تو کیلاش نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا اور گاؤں والوں کو آپ کی آمد کی اطلاع دی تو سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ لوگوں کو دین کی طرف راغب دیکھا تو وہیں رک گئے۔ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ یہ ۹۵۰ ہجری کا واقعہ ہے۔

لوگوں کے ہجوم میں معمولات کے وظائف پر عمل مشکل ہو گیا تو ارادہ فرمایا کہ واپس اجمیر شریف جا کر مرشد سے عرض کروں کہ تفویض شدہ فرائض سے سبک دوش کر دیں تا کہ گوشہ عاطفت میں بیٹھ کر رب تعالیٰ کی عبادت کروں۔ جب گجرات کے قریب پہنچے تو والد محترم سے ملاقات ہو گئی جو شیر شاہ سواری سے شکست خوردہ ہمایوں کے بچے کچے لشکر کے ہمراہ کابل جانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ بیٹے سے ملنے کے بعد باپ نے کہا۔

"بیٹا تم نے بہت اچھا کیا جو اپنے اباؤاجداد کا راستہ اختیار کیا اور روحانیت کا اعلیٰ مقام حاصل کیا۔"

جب آپ وارد اجمیر ہوئے تو پتہ چلا کہ حضرت مرشدنا کا وصال ہو چکا ہے۔ درگاہ عالیہ میں پہنچے تو حضرت صاجزادہ اور پیر بھائی شیخ حسین رحمتہ اللہ علیہ مسند خلافت پر متمکن تھے۔ اس وقت وہ حالت مراقبہ میں تھے۔ قریب جا کر بیٹھ گئے۔ جب انہوں نے مراقبے سے سر اٹھایا تو فرمایا۔

"سید علی ترمذی! ابھی دوران مراقبہ حضرت قبلہ والد صاحب سے ملاقات ہوئی ہے۔ فرما رہے تھے کہ میں نے دو خرقے چھوڑے ہیں' ان میں سے ایک کے ٹکڑے کر کے معتقدین میں بانٹ دو۔ دوسرا اسے دے دو جو ابھی تمہارے پاس آئے"۔

لہٰذا وہ خرقہ آپ کو پہنا دیا گیا۔ جس غرض سے حاضر ہوئے تھے معاملہ الٹ ہو گیا آپ نے وہاں چند روز قیام فرمایا اور پھر مرشد کے فرمان کے مطابق مخلوق اللہ کی

اصلاح کے لئے کشمیر کا رخ کیا۔

خطہ کشمیر بے حد پسند آیا۔ تبلیغ حق شروع کر دی، لوگ حاضر خدمت ہو کر ہدایت پانے لگے۔ بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ کچھ عرصہ یہاں قیام فرمانے کے بعد براستہ پشاور عازم افغانستان ہوئے۔ پشاور میں آپ کی ملاقات حاجی سیف اللہ گدائی سے ہوئی۔ اس نے جب دعوت دی کہ اپنے فیوض و برکات سے ہمارے علاقے کے لوگوں کو مستفید فرمائیں تو قبول فرمائی اور دوآبہ تشریف لے گئے۔ خیال تھا کہ کچھ عرصہ قیام کے بعد افغانستان چلا جاؤں گا مگر ہر بار کوئی نہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جاتی کہ رکنا پڑ جاتا تھا۔ ایک سال گزر گیا۔ اس عرصے میں آپ کی بزرگی و عظمت کا چرچا دور و نزدیک ہو گیا تھا۔ ایک دن قبیلہ کیانی کے چند لوگ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی۔

" حضور ! آج کل یوسف زئیوں کے علاقے میں دو نام نہاد شریعت محمدی کے مخالف پیر آئے ہوئے ہیں جو لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں ۔"

آپ نے سنا تو ان کے ہمراہ سدم نامی گاؤں میں تشریف لے گئے تا کہ بھولے بھالے لوگوں کو ان کے دام تزویر سے بچائیں۔

پختون قوم بڑی اسلام دوست اور اس کے لئے سب کچھ نثار کرنے کے لئے آمادہ و تیار رہتی ہے۔ علماء اور بزرگان دین کا بے حد احترام کرتی ہے۔ ان کے اس محبت اور عقیدت آمیز رویئے کی وجہ سے بعض نام نہاد بزرگ دھوکا دیتے ہیں۔ جب حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ سدم پہنچے تو لوگ حسب عادت آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے انہیں بدعات سے رک جانے اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی اور کہا کہ ہر وہ شخص جس نے دستار و جبہ پہن رکھا ہے ضروری نہیں کہ ولی اللہ ہو۔ اللہ والوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ خواہشات کی اتباع نہیں کرتے اور ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی مقصود ہوتی ہے۔ آپ کے قول و

نقل سے لوگ بے حد متاثر ہوئے لہٰذا جھوٹے پیروں کی قلعی کھل گئی جو علاقے میں گمراہی کو فروغ دے رہے تھے اور لوگوں کے ایمان پر ڈاکے ڈال رہے تھے۔ چنانچہ آپ کی آمد سے وہ جعلی پیر روپوش ہو گئے۔

یوسف زئیوں میں قیام کے دوران ہی حضرت پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ کی شادی مریم بی بی سے ہو گئی تھی۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد اہلیہ محترمہ کے ہمراہ اپنے وطن مالوف ترمذ گے۔ وطن پہنچے تو پتہ چلا کہ والد بزرگوار کا انتقال ہو چکا ہے۔ والدہ ماجدہ سے مل کر تمام حالات سے آگاہ کیا تو بولیں۔

"بیٹا علی بہتر ہے کہ تم یوسف زئیوں میں جا کر لوگوں کی اصلاح اور رشد و ہدایت کا کام جاری رکھو۔"

چنانچہ چند روز والدہ کی خدمت میں رہنے کے بعد واپس آگئے۔ اب آپ کو کسی ایسے گوشہ کی تلاش تھی جہاں خلوت میں رب تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جائیں۔ اہل و عیال ہمراہ تھے۔ منزل متعین نہ تھی' اللہ پر چھوڑ دیا کہ جہاں پسند فرمائے گا لے جائے گا۔ چلتے چلتے گنداب کے راستے پاچہ کلے گاؤں میں پہنچے جو بونیر کے گوشے میں واقع ہے۔ آپ نے یہیں سکونت اختیار فرمائی' یہ ۹۷۰ ہجری کا واقعہ ہے۔

پاچہ کلے سے تھوڑی دور نربٹول گاؤں ہے جس کے عقب میں پہاڑی غار ہے۔ ایک دن وہاں پہنچ گئے۔ عبادت ربانی کے لئے یہ غار بے حد پسند آیا۔ تبلیغی سرگرمیوں' دینی درسگاہوں اور لوگوں کے اصلاح احوال کے بعد جو وقت ملتا آپ غار میں عبادت و ریاضت میں بسر کرتے۔ آپ کی تعلیمات سے لوگ منکرات و نواہی سے منہ موڑنے لگے۔ لوگوں کو سیدھی راہ پر رکھنے کے لئے انہیں بیعت فرما لیا کرتے تھے۔ کیونکہ بغیر علم دین اور رہنمائی کے انسان کے گمراہ ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ لوگوں کو بیعت کرنے سے یہ ہوتا تھا کہ ان کا ہر عمل

مرشد کے فرمان کے مطابق ہوتا تھا اور یہی ان کی حفاظت تھی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

" اے لوگو ! شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدم رہنا ہی نجات کے لئے کافی ہے۔"

آپ کے عادات و اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل کا بہترین نمونہ تھے۔ بچپن سے ہی اخلاق حمیدہ کے مالک تھے۔ کوئی عمل خلاف شرع نہ ہوتا تھا۔ فرائض کی ادائیگی کے علاوہ روزمرہ کے معمولات میں بہت پابندی فرماتے تھے۔ آپ کے تلامذہ و مریدین جن کی تعداد بیشمار تھی آپ کے حسن اخلاق، تبحر علمی اور باعمل زندگی سے بے حد متاثر تھے۔ جو لوگ علم و معرفت کی پیاس بجھانے کے لئے حاضر خدمت ہوتے انہیں بہت عزیز و مقرب جانتے تھے۔ دنیاداروں کا بھی تانتا بندھا رہتا تھا جو اپنے دکھوں اور غموں کے مداوا کے لئے حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے۔

جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو جو کچھ آتا اسے دوسروں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے فرمایا کرتے تھے۔

" شیخ کامل کی رہنمائی کے بغیر زہد و ریاضت سے انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے مبتدی کو چاہیے کہ عبادت صرف اس طریقہ سے کرے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔"

ایک دن تشریف فرما تھے، بہت سے محب حاضر تھے، علم و عرفان کی بارش ہو رہی تھی جس سے لوگوں کی روحیں بالیدگی حاصل کر رہی تھیں آپ فرما رہے تھے۔

" طریقت و معرفت کی راہ میں ہر سالک و صوفی کو تین مقامات حاصل ہوتے ہیں اولاً" شہرت۔ ثانیاً" کشف و کرامت اور ثالثاً" وہ مقام ہے جس میں سالک کا تمام

مدعا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا ہوتی ہے۔ اس مقام پر سالک کو نہ اپنا ہوش ہوتا ہے نہ دنیا کی ضرورت"۔

حضرت سید علی ترمذی رحمتہ اللہ علیہ کو لوگ ازارہ عقیدت و محبت پیر بابا کہا کرتے تھے۔ آپ کے خلفاء میں سے حضرت اخوند درویزہ کو جو فضیلت و عظمت حاصل تھی کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ حضرت پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ کی ساری زندگی اصلاحی تحریک تھی۔ جس کی وجہ سے قریہ قریہ گاؤں گاؤں جا کر آپ تبلیغ کرتے' درسگاہوں کو قائم کرتے اور رشد و ہدایت فرماتے۔

جب آپ ۹۹۱ ہجری میں پہنچے تو زندگی کا جام لبریز ہو گیا۔ آپ کے وصال کی خبر پھیلنے کی دیر تھی کہ مریدین و معتقدین کا تانتا بندھ گیا۔ ہر دل سوگوار اور ہر آنکھ اشکبار تھی۔ اکیس سالوں سے جو چراغ معرفت پاچہ کلے کے مقام پر روشن تھا وہ بظاہر بجھ گیا تھا لیکن اس کی روشنی ہنوز پھیلی ہوئی ہے اور لوگ اس روشنی میں حق کے راستوں پر رواں دواں ہیں۔

آپ کا مزار اقدس سوات سے چالیس میل کے فاصلے پر علاقہ بونیر کے موضع پاچہ کلے میں ہے۔ آج کل یہ علاقہ پیر بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا عرس تین ماہ تک جاری رہتا ہے اور چیت' بیساکھ اور جیٹھ کے مہینوں میں یہ چھوٹا سا گاؤں شہر کا ساسماں پیش کرتا ہے۔ دور و نزدیک سے لوگ حاضر ہو کر عقیدت و محبت کے پھول پیش کرتے ہیں اور فیوض و برکات سے جھولیاں بھرتے ہیں اور یہ فیض کا چشمہ کئی صدیوں سے جاری ہے اور سدا جاری رہے گا۔ آپ کی بزرگی و عظمت و عقیدت کا صرف اس بات سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تیس چالیس سال قبل مردان میں عدالتی کارروائی کے وقت حلفیہ بیان ان الفاظ سے شروع ہوتا تھا۔

"جب میں پیر بابا کی زیارت کے لئے جارہا یا زیارت سے واپس آرہا تھا۔"

آپ نے اپنے پیچھے دو بیٹے سید حبیب اور سید مصطفیٰ چھوڑے تھے۔ ان میں سے اول الذکر عالم جوانی میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے اور موخرالذکر سے آپ کا سلسلہ نسل چلا جو صوبہ سرحد اور افغانستان میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ کے فرمودات مہکتے ہوئے پھولوں کی مانند ہیں جن سے قلب و نظر مسرور ہو جاتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں۔

☆ اپنے ایمان اور بہت سے لوگوں کے ایمان کو زوال سے بچاؤ۔

☆ عام لوگوں کو سیدھا سادا دین بتاؤ کیونکہ آج کل لوگ علم پر گھمنڈ کرتے ہوئے گمراہ ہو رہے ہیں۔ وہ طریقت کی حقیقت سے آگاہ نہیں۔ اس لئے مختلف نظریات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ دین و ایمان کی حفاظت و سلامتی کے لئے کسی مرد کامل اور مرشد صادق کے دست حق پرست پر بیعت ہونا ضروری ہے۔ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر گامزن رہنے میں ہی نجات ہے۔ بدعات و نواہی سے دور رہنا چاہیے اور اپنے احوال کی اصلاح میں ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیے۔